شفیق الرحمٰن کے افسانوں میں رومانوی رجحانات

ROMANTIC TRENDS OF SHAFIQ-UR-REHMAN

ڈاکٹر روبینہ شاہین[1] ، فریدہ عثمان[**]

Abstract:

In Urdu fiction, Shafiqur Rehman's name is known as a humorist. Another great quality of his fiction is to have romantic tendencies. He adopted the constructive aspect of romance in his fiction. His uniqueness is that Nay, while deviating from tradition, still did not let go of tradition and decorum. His romanticism does not include rebelliousness, but he subordinates romantic tendencies to positive values of life and brings all these elements to his personal and intellectual level.Shafiq-ur-Rehman's short stories are adorned with themes of love, longing, passion, and the construction of an imaginary world. His characters are often from an educated and middle-class background. The passion of love acquaints them with the difficulties of life- In his romanticism, the description of nature scenes, escape from the present, desire for an imaginary world, imaginative atmosphere, romantic style, intense passion, love, and grief are all included.

Keyword: Romanticism, Classism, Tradition, imagination

کلیدی الفاظ: رومانیت، کلاسیکیت، روایات، شدت جذبات، تخیل

رومانیت ایک داخلی کیفیت ہے۔ جس میں مصنف تخیل کے سہارے خواہشات کی تکمیل کرتا ہے اور یہ سفر کسی خار دار راستے کے بجائے خوابوں اور تصورات کے ذریعے ہوتا ہے۔ بقول ڈاکٹر انور سدید:

”رومانیت وہ شرح سنگ ہے جو لہو ٹپکنے کی صلاحیت رکھتا ہے“(۱)

رومانیت کا لفظ رومان سے نکلا ہے کہانیوں میں اس کا استعمال تصوراتی ہے۔ جس میں دیومالائی تصور تخیلاتی ماحول عشق و محبت شدید جذبہ اور نئے خیال کے ساتھ روایات سے انحراف شامل ہیں۔ رومانیت ان عناصر کے علاوہ انفرادیت باغیانہ پن اور ماضی سے وابستگی بھی ہے۔ رومانوی رویوں میں کرب اور آسودگی کا احساس نمایاں ہوتا ہے۔ اس میں فرار اور نئی دنیا کو اہمیت حاصل ہے۔ رومانوی کرداروں کی بازیافت روایتی تصور کے بت کو پاش پاش کرتا ہے۔ رومانیت ایسی کیفیت ہے، جو فکر خیال کی بلندی کو اہمیت دیتی ہیں۔ فن پارے کو فطرت کی ترجمان تصور کیا جاتا ہے۔ رومانیت حسن و جمال کے امتزاج سے جنم لیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ زندگی گزارنے کے لیے رومان پرست حسن و عشق کو ہی مقدم سمجھتے ہیں ۔ کلاسیک نے فرد کو جن روایات اور موضوعات کا پابند کیا تھا، رومانیت ان سے یکسر انحراف کئے ہوئے عقل کی بجائے جذبہ سے کام لیتی ہے، بقول ڈاکٹر محمد حسن:

”رومانیت اس اصول پرستی، عقلیت، اور میانہ روی کے لیے صاعقہ بردوش بغاوت ہے۔ کلاسیکی انسان دنیا کی زندگی اور حسن کو جہاں

---

[1] پروفیسر، شعبہ اردو، پشاور یونیورسٹی، پشاور

[**] لیکچرار اُردو، محکمہ اعلیٰ تعلیم خیبر پختونخوا، پشاور

مختلف خانوں میں بانٹ کر اور اصولوں میں تقسیم کر کے مطمئن ہو گیا تھا۔ رومانیت نے اس پر کاری ضرب لگائی۔"[۲]

کلاسیکیت کا دور فلسفہ، ادب اور دیگر فنون میں ترقی کو ظاہر کرتا ہے۔ بقول سانت بیو:

"عام طور پر کلاسیک کا لفظ اس قدیم مصنف کے لیے استعمال کیا جاتا ہے جس کی حد درجہ تعریف و توصیف ہو چکی ہو، جس کی جامعیت ، انفرادیت مسلم ہو، جس کی تعریف سے ہر کس و ناکس واقف ہو۔"[۳]

کلاسیک کے بنیادی اوصاف میں آفاقی نوعیت کو اہمیت حاصل ہے وہ رنگ و نسل مذہب قوم سے بالاتر ہو کر ہر عہد کی آواز میں شامل ہوتا ہے۔ کلاسیکی ادب لافانی ہوتا ہے اس میں عظیم خیال کے لیے عظیم اسلوب کو اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ ٹی ایس ایلیٹ نے کلاسیکی خوبیوں کے لیے کاملیت اور پختگی کا لفظ استعمال کیا۔ ان کے خیال میں کلاسیکی ادب کامل فکر اور کامل تہذیب کا پروردہ ہے۔ وہ تہذیب یا معاشرہ جس میں عدم توازن کا امکان ہو، وہ کلاسیکی ادب کو تخلیق نہیں کر سکتا۔ ہر وہ ادب جس کی زبان موضوع اور تہذیب کا پس منظر کامل ہوتا ہے اس میں انفرادیت شامل ہو، کلاسیک ہے کوئی ادب جو ناپختہ افکار سے جنم لیتا ہے یا تہذیب جو عدم توازن سے دوچار ہے وہ کلاسیکی فن پارہ کو تخلیق نہیں کر سکتا۔

"کلاسیک کی وہ خصوصیات جو میں نے اب تک پیش کی ہے یعنی دماغ کی پختگی، طرز معاشرت کی پختگی، زبان کی پختگی اور مشترک اسلوب کی جامعیت۔"[۴]

کلاسیکی فن پارہ موضوع، خیال، اور اسلوب کی عظمت کے بغیر تخلیق نہیں ہو سکتا۔ اس کے برعکس رومانیت خود کو ان تصورات سے آزاد تصور کرتی ہے۔ وہ موضوع کی عظمت میں اظہار کو پابند نہیں کرتا، نہ ہی ان کا شدت جذبہ کمزور پڑتا ہے، کلاسیک نے فن کار کو تخلیق میں جن عناصر کا پابند کیا ہے، رومانیت ان سے مختلف ہے۔ وہ کلاسیک کے عقلی عناصر کی نسبت شدت جذبات کو اہمیت دیتے ہیں، موضوع و خیال کی عظمت کی جگہ نئے خوابوں کی جانب مائل بہ پرواز ہے۔ یوں دیکھا جائے تو کلاسیکیت اور رومانیت دو مختلف رجحانات ہیں، کلاسیکیت کسی بھی فن پارے کی تخلیق کو معیار کی کسوٹی پر پرکھتی ہے۔ اگر اس تخلیق میں، آفاقیت، فکری سرمایہ، اخلاقی صداقت، دائمی وسعت و عظمت، قدیم روایات سے استفادہ، اعلیٰ موضوع، اعلیٰ اسلوب، اور اپنے زمانے کے علاوہ آئندہ ہر نسل کے حالات کے مطابق خود کو ڈھالنے کی صلاحیت ہے تو وہ کلاسیک ہے۔ اس کے برعکس رومانیت، تند و تیز جذبہ، ہیت پر موضوع کی اہمیت، روایات سے بغاوت، استدلال کی بجائے جذبات، تخیل، تصور، فطرت پسندی، جدت طرازی، کی جانب مائل ہے، یہی وجہ ہے کہ دونوں اپنی خوبیوں میں ایک دوسرے کی ضد ہے۔ کلاسیکی ادب روایت اور ماضی پسندی کا قائل ہے جبکہ رومانی ادب روایت سے انحراف اور ماضی پرستی کا حامل ہے۔

رومانوی تحریک 18ویں صدی میں یورپ سے شروع ہوئی اور انیسویں صدی کے وسط تک اس کا زور رہا۔ مغرب میں یہ رجحان روشن خیالی اور صنعتی انقلاب، عقلی استدلال کے خلاف ایک ردِ عمل تھا جو وفور جذبات، انفرادیت اور فطرت پسندی کی تائید تھا۔

اس کے ابتدائی اہم ناموں میں ولیم ورڈزورتھ اور سموئل ٹیلر کالرج تھے، جن کی مشترکہ اشاعت "Lyrical Ballads" (1798) کو تحریک کے اہم تصانیف میں شمار کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ اس تحریک کے دیگر اہم شخصیات میں جان کیٹس، شیلی، لارڈ بائرون، میری شیلی اور ولیم بلیک شامل ہیں۔

اردو ادب میں رومانوی رجحانات کے آثار ہمیں ہندی روایات میں ملتے ہیں۔ شاعری میں مناظر فطرت کا بیان ہو یا ولی دکنی کی شاعری میں جمال دوستی کا عنصر رومانوی رویوں کا نقطہ آغاز ہے. ولی دکنی کی جمال پسندی, میر کا غم, غالب کی انانیت رومانوی رجحان کے بنیادی عناصر ہیں۔ 1857 کے بعد حالات بدل گئے تھے۔ علی گڑھ نے مقصدیت پسندی اور حقیقت پسندی کے ابلاغ کو اہمیت دی۔ اس تحریک کے رد عمل کے طور پر رسالہ مخزن آیا۔ اس حوالے سے سجاد حیدر یلدرم کی تحریریں اردو میں رومانوی رویوں کی ایک منفرد اور توانا آواز بنی۔ ان کے ساتھ جوش ملیح

آبادی، نیاز فتح پوری مجنوں گورکھپوری اور سلطان حیدر جوش نے رومانوی رجحانات کو پروان چڑھایا۔

ترقی پسند دور کے انقلابی نظریات میں رومانوی حوالے سے شفیق الرحمن کی آواز ایک توانا اور صحت مند رجحان کے طور پر ابھری۔ ان کے افسانوی مجموعے کرنیں، شگوفے، حماقتیں، مدوجزر پچھتاوے، رومانوی لحاظ سے اہم ہیں۔ ان افسانوں میں فطرت پرستی، شدت جذبات، والہانہ پن روایات سے انحراف جیسے عناصر شامل ہیں۔ 1942ء میں ان کا مجموعہ "کرنیں" شائع ہوا. جس میں انسانی نفسیات اور مناظر فطرت کو سادہ اور سہل انداز میں پیش کیا گیا۔ ان کی تحریروں میں غالب عنصر تخیلاتی ماحول ہے جہاں پر انسانی جذبے، ناآسودگی اور عشق و محبت کی داستان ملتی ہیں۔ حجاب امتیاز ''کرنیں'' کے دیباچے میں لکھتی ہیں:

''وہ رومانیت میں فرحت کے ساتھ تاثر بھی بڑی بے تکلفی سے پیدا کر لیتے ہیں "کرنیں" ان کا بہت دل آویز افسانہ ہے جس میں ایک محبوب ہستی کی یاد ماضی کی تاریکی میں سے چھن چھن کر نکلتی اور حال میں کانپتی اور جھلملاتی ہوئی روشنی کے ایسے سہانے اور موثر نقش بناتی چلی جاتی ہے جو آنکھوں سے آپ ہی آپ خراج وصول کرتے ہیں۔''(۵)

شفیق الرحمٰن کی رومانیت عشق و محبت کے نشے سے سرشار ہے۔ جس میں زندگی اپنی بھرپور معنویت کے ساتھ جلوہ افروز ہے۔ ان افسانوں میں تخیلاتی سحر زندگی کے انتشار کو ختم کرتا محسوس ہوتا ہے۔ لاابالی عاشق دنیا و مافیا سے بے خبر تخیل سے رشتہ جوڑتے ہیں۔ شکست، فاسٹ باولر، گرمیوں کی چھٹیاں، لیڈی ڈاکٹر، ثروت، ان تمام افسانوں میں انسانی فطری رشتوں جذبوں اور محبت کی کہانیاں ملتی ہیں۔ ان کے تخیل میں خواب اور کیفیات ملتی ہیں۔

''پہاڑوں کی اوٹ میں بھورے بھورے بادلوں میں بجلی تڑپ رہی تھی پانی کی لہریں مستانہ وار جھوم رہی تھیں سفیدے کے درختوں میں ہوا کی سرسراہٹ صاف سنائی دے رہی تھی۔''(۶)

رومانیت پسند رویے اظہار کی راہ میں موجود ہر قسم کی رکاوٹ کو پار کر لیتے ہیں۔ وہ تصورات کو مجاز کے لباس میں دیکھتے ہیں، اور ان کا اظہار وہ آزادانہ انداز میں کرتے ہیں۔ ان کا جذبہ عشق روایتی پابندیوں کو تسلیم نہیں کرتا۔ ان کی رومانیت لمحے سے اپنا خراج لینے پر یقین رکھتی ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

''اب بھی ان کی وہی تنہائی اور بے کیف زندگی لیکن ان کا چہرہ اب بھی روشن ہو گا شکایت کا ایک لفظ بھی ان کے لبوں پر نہ آتا ہو گا مریضوں کا آدھا دکھ تو وہ اپنی میٹھی باتوں سے دور کر دیتے ہوں گے رنگ برنگے پھولوں کا شوق اب بھی ہو گا باغ میں اب بھی صبح صبح سیٹیاں بجاتے ہوں گے۔''(۷)

رومانیت پسند حقیقی زندگی سے فرار اور مسائل و تلخی سے گریزاں نظر آتے ہیں، شفیق الرحمن کی رومانیت میں فرار کی جگہ پناہ لینے کی کیفیت نمایاں ہے۔ وہ ماضی پرستی کے قائل نظر آتے ہیں ان کے افسانوں میں روایتی مایوسی کی جگہ توازن سلیقہ اور حسن نمایاں ہے۔ ان کی رومانیت مریضانہ نہیں بلکہ جذباتی وذہنی صحت مندی پر دال ہے۔ رومانوی رویوں میں فرار کی کیفیت بہت نمایاں ہوتی ہے یہ فرار وہ حقائق سے چاہتے ہیں۔ وہ زندگی کی تلخیوں سے نبرد آزما نہیں ہوتے، بلکہ فرار کو ترجیح دیتے ہیں۔ شفیق الرحمٰن کے افسانوں میں یہ کیفیت مایوسی پر مشتمل نہیں، ان کے کردار حال کے حقائق سے فرار حاصل کر کے ماضی کی جانب نکلتے ہیں۔ ایسی دنیا آباد کرتے ہیں، جہاں زندگی کا سلیقہ توازن میں رہتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے کردار زندگی کو گزارنے کا سلیقہ جانتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں فرار کی کیفیت ناکامی کی صورت میں نہیں بلکہ زندگی کی جانب مثبت قدم ہے وہ نئے معاشرے کی تشکیل کا عزم لیے آگے بڑھتے ہیں۔ افسانہ "دوتارے" میں ان کا جذبہ اور منظر نگاری کا کمال تخلیقی سطح پر ایک مکمل رومانی ماحول کو تخلیق کرتا ہے۔

''یہ وادی کس قدر خوبصورت ہے اودے اودے پہاڑوں کی قطاریں یوں لگ رہی ہے جیسے سمندر کی لہریں ہو اور جھلمل جھلمل کرتے

ہوئے جیسے چاندی کے تار، ان سفید سفید بادلوں نے آسمان میں کیسے کیسے عجیب گنبد بنا رکھے ہیں۔"(۸)

شفیق الرحمٰن کی رومانیت میں تخیل، تصوراتی دنیا کی تعمیر کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ان کے ہاں زندگی کو مثبت انداز میں برتنے کی خواہش ہے وہ تصور کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں ان کے نزدیک مناظرِ فطرت کی طرح زندگی کا حسن ہر دم رواں دواں ہیں۔

"دریا کی شفاف سطح پر چاند کا عکس پار ہا تھا زرد رنگ کا بڑا عکس دیکھ رہا تھا وہ چاند کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا اب یہ کتنا بڑا ہے کل سے گھٹنا شروع ہو جائے گا اور پھر ایک دن غائب ہو جائے گا۔"(۹)

افسانوی مجموعے شگوفے میں شامل افسانہ "دوتارے" تخیل کی سطح پر تخلیق بہترین مثال ہے۔ کہانی کا سارا ماحول تصور میں ڈوبا ملتا ہے شام کا تارا علامت کے طور پر استعمال ہوا ہے، جو انسانی سکون کی خواہش ہے وہ مادیت کے اس دور میں تزکیہ کا موجب عشق کو سمجھتے ہیں۔ افسانے میں پورا چاند، سبزہ، شفق کی سرخی، ہجر کا خوف اور وصل میں سحر انگیز ماحول سے تزکیہ کیا گیا ہے:

"وسیع آسمان میں جہاں لاتعداد تارے چمک رہے تھے وہاں پر دونوں روشن ستارے سب کی آنکھوں کو خیرہ کئے دیتے۔"(۱۰)

ان کہانیوں میں رومانوی رویے پہاڑی ندی کی طرح تیزی سے آگے بڑھتے ہیں وہ ایک فلسفی کی طرح زندگی کے عمومی رویوں سے بحث کرتے ہیں۔اپنے سامنے نظر آنے والی ہر رکاوٹ کو پار کر جاتے ہیں۔ ان کے رومانوی رویوں میں جذبہ عشق کو بنیادا اہمیت حاصل ہے۔تاہم ان کا رومان ان مصائب کے آگے انتشار سے ہمکنار نہیں ہوتا۔زندگی سے نمٹنے میں مدد دیتا ہے۔

"تمہارا تصور مجھے کہاں کہاں لیے پھرتا ہے ہم نے ہولے ہولے بہتی ہوئی ندی میں کشتی کی سیر کی ہیں. پانی کی شفاف تہہ پر پھولوں سے لدی بیلوں کے نیچے سے گزارے ہیں۔"(۱۱)

ان کے رومانی طرز فکر میں ماضی کی یادوں سے گہرا ربط ہے ان کے کردار حال میں رہ کر اچانک ماضی کی جانب سفر شروع کر دیتے ہیں. کردار پر سکون اور فرصت کے لمحوں کی متلاشی رہتے ہیں ان کے افسانوں میں ماضی سے وابستگی مستقبل کی جانب بڑھنے میں مددگار ہے،

"یونہی بیتی ہوئی بات یاد آگئی بالکل ایسی ہی رنگین صبح کے شبنم کے قطرے موتیوں کی طرح سے گلاب کے تخت سرخ ہو رہے تھے سامنے کھڑکی کی جانب دیکھا شاید پردوں کے پیچھے کوئی نیلگوں آنکھوں اور سنہری بالوں والی گڑیا میرا منہ چڑا رہی ہوں۔"(۱۲)

رومانوی رجحانات میں حزنیہ پہلو کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ان کی کہانیوں میں الم کی کیفیت گزرتے لمحوں اور شدت جذبات کے ساتھ وابستہ ہے۔وہ کہانی میں غم کے پہلو کو بسا اوقات رنگوں سے وابستہ کرتے ہیں۔ اداس شام، جھیل کنارے، شام کا تارہ، فطرت کی خاموشی ،اکیلا چاند، اداس نغمے، غروب آفتاب سب زندگی کے غم اور انسان کی تنہائیوں کا نوحہ ہے افسانہ "ایک خط کے جواب میں" تحریر کرتے ہیں:

"کیا ہوتا جو تم مجھے مل جاتی وہ زندگی کس قدر شیریں ہوتی وہ لمحے کس قدر جان فضا ہوتے یہ اداس دنیا نغموں اور کرنوں سے لبریز ہو جاتی۔"(۱۳)

حزن کی کیفیت اس وقت شدت اختیار کر لیتی ہیں جب خوابوں کی تکمیل کو ٹھکانہ نہیں ملتا۔انسان کائنات میں سب سے بڑا خواب گر ہے،اور جب یہ خواہش پوری نہ ہو تو زندگی سے مقصد چھن جاتا ہے زندگی سے معنویت ختم ہو جاتی ہیں۔ان کا کمال یہ ہے کہ ان کے کردار سمجھ بوجھ کے باوجود عشق کے جذبہ سے بے بس ہیں ان کی زندگی آسائشوں سے بھرپور ہیں تاہم وہ جذبہ عشق کے کرب کو ان پر فوقیت دیتے ہیں، درد کے یہ لمحات ان کرداروں کی فکری سطح کو کسی فلسفی کی طرح زندگی کے اسرار و رموز سے آگاہ کرتے ہیں،ان کا والہانہ پن تخیلاتی ہونے کے باوجود انسانی حقیقی تجربات سے مملو ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ عشق و محبت میں شدید سرشاری کے باوجود انسانی احساس کے مفہوم کو حقیقت پسندانہ انداز محسوس کرتے ہیں۔وہ مثبت سوچتے ہیں اور یہی سوچ ان کی فکر میں کشادگی کا باعث بن جاتی ہے،

"ثروت کے آنے سے قبل دنیا کتنی بے کیف تھی بالکل بے معنی تھی۔اداسی تھی نہ زندگی کا کوئی تین زندگی کا کوئی اصول تھا نہ مقصد، ہر

روز سورج نکلتا تھا ڈوبتا تھا، سب دن ایک سے تھے۔''(۱۴)

شفیق الرحمن کے افسانوں میں حزن کی کیفیت اس وقت مزید شدت اختیار کر لیتی ہے، جب کہانی میں آنے والے دن کے حوالے سے خوف اور بے چینی جنم لیتی ہے۔ ان کا افسانہ "سناٹا" میں آنے والے کل کا خوف اور زندگی کے نشیب و فراز بے چینی و اضطراب کو جنم دیتے ہیں۔ ہیجان ان کی کہانیوں میں کرداروں کی شدت جذبات سے نمو پاتا ہے۔ وہ ہر فکر کے حوالے سے شدت پسند ہو جاتے ہیں، تاہم اس کے باوجود وہ زندگی کے مثبت پہلو کو سامنے رکھتے ہیں ان کی رومانیت مایوسی کا شکار نہیں، بلکہ زندگی کے مثبت افکار کو تھامے رکھتی ہیں۔ آنے والے دنوں کا خوف انسانی سیرت کے خلوص پر مبنی ہے، وہ کسی صورت محبت کی دنیا سے نکلنے پر آمادہ نہیں اور انسانی فطرت کا خاصا ہے کہ وہ اپنی چاہ پر حوف میں مبتلا رہتا ہے۔ ان کے کرداروں میں مشترک احساس یہی حوف کا ہے کہ وہ حال میں رہ کر ماضی سے یادیں اور مستقبل سے خوف لیتے ہیں، ان کی زندگی میں آنے والے دنوں کے خواب اس احساس کے حصار میں رہتے ہیں۔

رومانی رویوں میں غالب رجحان حال سے فرار اور ماضی سے وابستگی ہے۔ شفیق الرحمن کے افسانوں میں فرار کا یہ رجحان منفی نہیں، بلکہ مثبت سوچ کی خواہش ہے، اگرچہ ان کے کردار زندگی کے مشکل کو برداشت کرنے سے گریز جاہتے ہیں، تاہم زندگی گزارنے کے لیے ان کا رویہ صحت مند ہوتا ہے۔ وہ ماضی کے سفر میں تاریخی ادوار سے گزرتے ہیں اس دوران ان کا ذہنی سفر گزرتے لمحات سے پریشان ہیں وہ محبت کے ایام کو گزرنے نہیں دیتے اور جب ایسا ہوتا ہے تو ان کی اداسی ماضی کے جھروکوں میں پناہ کی جانب مائل ہو جاتی ہیں۔

''اور میں دیر تک اداس مسافر کو دیکھتا رہا جو زندگی کے سفر کو نہایت دلیری سے طے کر رہا تھا۔''(۱۵)

شفیق الرحمٰن کا اسلوب، تخیل اور رومانوی طرز سے لبریز ہے۔ ان کے الفاظ سیل رواں کی طرح ہیں۔ جس میں جذبات کے بہاؤ کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ ان کے گہرے احساس نے رومانوی اسلوب کو توازن بخشا ہے۔ جذبہ عشق، تصور وجذبہ، مفہوم معنی، الفاظ تراکیب کا استعمال سب سے والہانہ لگاؤ اور وابستگی کو محسوس کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے شاعرانہ انداز کو نہیں اپنایا، البتہ جذبات کے اظہار میں روانی ان کی خوبی ہیں وہ ہر احساس کے لیے لفظ لاتے ہیں جن میں کوئی یکسانیت نہیں ہوتی، کرداروں کی اداسی، خوشی، اور متعلقات زندگی کو اسلوب سے حقیقی بناتے ہیں، احساسات اور خاص کر جذبہ عشق کے حوالے سے ان کا اسلوب فطری ہیں وہ کسی بناوٹ یا آورد کا احساس نہیں دیتے۔

ان کی رومانیت میں فطرت پرستی کو بڑا دخل حاصل ہے مختلف مناظر کی تصویر کشی میں ان کا کمال نظر آتا ہے انہوں نے مناظر کی تصویر کشی میں فطرت کو جامد یا ساکت پیش نہیں کیا۔ ان کے نزدیک فطرت حسن و دلکشی کا امتزاج ہے اور فطرت کے رنگوں میں زندگی رواں دواں ہیں۔ انہوں نے اپنے تخیل پر صبح کے مناظر، شفق کی سرخی اور فطرت کے حسین مناظر کو انسانی کیفیات سے جوڑ کر پیش کیا ہے وہ فطرت کی تصویر کشی میں چیزوں کو نظر انداز نہیں کرتے بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تخلیقی سطح پر ان کے ساتھ قاری بھی ان مناظر سے ہمکلام ہیں۔

''جھیل ڈف کے شفاف ساکن پانی پر نئے نئے نکلے ہوئے سورج کی کرنیں تیر رہی تھی کہیں کہیں اکا دکا کنول کا پھول نظر آجاتا آبی چڑیا ہوا میں زقندیں بھر رہی تھیں جھیل کے کنارے سفیدے کے درخت بالکل خاموش کھڑے تھے ان کے پیچھے جھاڑیاں اور سرخ سرخ پہاڑ جن میں سبزی کے پیوند لگے ہوئے تھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب کے سب کسی کے منتظر ہیں۔''(۱۶)

شفیق الرحمن کے ہاں فطرت پسندی اور مناظر فطرت کا خوبصورت امتزاج ملتا ہے وہ انسانی کیفیات، داخلی احساسات کو بھی مناظر فطرت سے وابستہ کرتے ہیں ان کے کردار تخیل اور آسودگی دونوں سے ہمکنار ہونے کی آرزو کرتے ہیں۔ ان میں مافوق الفطرت نہیں بلکہ حقیقی ہے وہ حسن کے متلاشی ہے۔ زندگی کے اتار چڑھاؤ اور تمام جہتوں سے آشنائی رکھتے ہیں ان کے افسانوں میں رومانی ماحول اگرچہ کرب کی کیفیت کو جنم دیتا ہے اور ایسا اس لیے بھی ہے کہ وہ اس معاشرے سے مکمل طور پر کٹ نہیں سکتے ان کی تخلیق میں معاشرت کا رنگ کسی نہ کسی صورت میں ملتا

ہے۔ان کے کردار متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں وہ محبت اور شدت جذبات میں گریز کی کیفیت کو اپناتے ہیں۔

ان کے افسانوں میں روایت سے بغاوت کا عنصر تعمیری نوعیت کا ہے افسانہ فلاسفر میں قدیم اور جدید کا امتزاج افسانہ سماج میں انسانی رویوں پر طنز افسانہ "یوں ہی" میں ترقی پسند سوچ پر طنز یا افسانہ "دعا" میں مادیت پرستی پر طنز ان کے ہاں باغیانہ رویہ تخریبی نہیں بلکہ اس میں مثبت رجحانات شامل ہیں۔

رومانی رویوں میں شدت جذبہ عشق کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔رومانیت پسند محبوب کے وصال کی آرزو کرتے ہیں، اور اس کے لیے خواب اور ماحول تخلیق کرتے ہیں، جو انسانی جذبات کو حرارت بخشتے ہیں۔ان کے ہاں وقت موجود سے فرار سرور و کیف کی جانب پہلا قدم ہے۔ان کے افسانوں میں وصال کی آرزو تخیلاتی دنیا کی تعمیر ماضی کی یادیں حسن سے لطف اندوزی شامل ہیں ان کے کردار چاندنی راتوں میں قول و قرار کرتے ہیں۔ محبوب کا حصول ان کی زندگی کا مقصد ہے۔

"جب تم باتیں کرتی ہو تو سننے والا کھو سا جاتا ہے اب بھی تمہاری لٹیں چاند سی پیشانی پر پریشان ہو جاتی ہیں۔"(۱۷)

افسانہ "تحفہ" میں انانیت اور انفرادیت دونوں شامل ہیں۔کردار زندگی کو مردانہ وار گزارنے کی ہمت رکھتے ہیں۔وہ ہجر کے غم میں یا محبوب کی جدائی میں دنیا ترک نہیں کرتے۔وہ اپنی انا انفرادیت اور جمالیاتی سوچ سے تعمیری کاوشوں کی جانب جاتے ہیں۔افسانہ مسافر کا کردار زندگی میں مثبت رجحانات کو اللہ کا انعام سمجھتا ہے۔

"جھلمل جھلمل کرتی ہوئی ندی بہہ رہی تھی شفاف نیلگوں پانی میں سب لہرے مچل رہی تھی، بڑے بڑے کنول کے پھول ہلکورے لے رہے تھے ہوا کے تیز جھونکے آئے اور پانی کی سطح پر ننھے ننھے رنگین پھول نکل آئے، یہ پھول بڑھتے گئے، پھر ان پر صرف تتلیاں آ گئیں اتنی ساری تتلیاں کہ سب کچھ سرخ ہو گیا۔"(۱۸)

رومانیت مثبت رجحانات کے امتزاج سے تخلیق پاتی ہیں انہوں نے روایات کا دامن پکڑ کر جدت پسندی کو تھاما۔رومان پسندوں نے انا کے پرچار میں انفرادیت کو شدت سے لیا۔تاہم شفیق الرحمن رومان میں عملی زندگی کے خواہش مند تھے۔وہ انفرادیت کو ساتھ لے کر مستقبل کی جانب جاتے ہیں ان کی انفرادیت میں شدت جذبات، عشق کی آرزو، تخیلاتی دنیا شامل ہیں۔ان کی رومانیت فطرت کی گود سے جنم لیتی ہیں۔ان کا اسلوب اور طرز فکر قاری کو کسی موقع پر بھٹکنے نہیں دیتا۔ان کی رومانویت نظریاتی نہیں تھی، بلکہ انہوں نے انفرادی و اجتماعی جذبات کی عکاسی کی۔اگر شفیق الرحمن کی رومانیت کے اہم عناصر کو گنوایا جائے تو آزادی، فکری وسعت، کاملیت کی تلاش، مظاہر فطرت و انسانی کی ستائش، زندگی کے روشن پہلوؤں کو دیکھتے ہوئے ہر شے میں حسن کے متلاشی دکھائی دیتے ہیں۔اسلوب کی دلکشی نے ان کی فکری رسائی کو نہ صرف سہل بنا دیا ہے بلکہ قاری خود بخود ان کا ہمنوا بن جاتا ہے۔

حوالہ جات

1۔ ڈاکٹر انور سدید، اردو ادب کی تحریکیں، اشاعت ہفتم، کراچی: پرنٹرز اینڈ پبلشرز، 2010ء، ص 88

2۔ ڈاکٹر محمد حسن، اردو ادب کی رومانوی تحریک، لکھنؤ: تنویر پریس، بار اول، 1955ء، ص10

3۔ مضمون کلاسیک کیا ہے؟ مشمولہ: کلاسیکیت اور رومانیت، مرتبہ: علی جاوید حنیف، دہلی: پرنٹرس لال کنواں، ۱۹۹۹ء، ص28

4۔ ٹی ایس ایلیٹ، کلاسیک کیا ہے، ترجمہ: جمیل جالبی، ص41

5۔ حجاب امتیاز، دیباچہ کرنیں، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2004ء، ص8

6۔ شفیق الرحمٰن، مجموعہ کرنیں، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2004ء، ص35

7۔ ایضاً ص69

8۔ شفیق الرحمٰن، مجموعہ شگوفے، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2013ء، ص 71

9۔ شفیق الرحمٰن، مجموعہ مدوجزر، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2003ء، ص20

10۔ شفیق الرحمٰن، شگوفے، ص19

11۔ شفیق الرحمٰن، کرنیں، ص143

12۔ شفیق الرحمٰن، مجموعہ شگوفے، ص84

13۔ شفیق الرحمٰن، مجموعہ مدوجزر، ص25

14۔ شفیق الرحمٰن، مجموعہ کرنیں، ص135

15۔ شفیق الرحمٰن، مجموعہ مدوجزر، ص115

16۔ شفیق الرحمٰن، مجموعہ کرنیں، ص11

17۔ شفیق الرحمٰن، مجموعہ مدوجزر، ص84

18۔ شفیق الرحمٰن، مجموعہ حماقتیں، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2012ء، ص48